ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

آزاد کشمیر کے مایہ ناز شاعر زاہد کلیم کی غزل کی فکری جہتیں: ایک تجزیہ

A DIFFERENT ASPECTS OF GHZAL OF ZAHID KALEEM ,THE FAMOUS POET OF AZAD KASMIR :ASTUDY

1. Dr.Mir Yousaf Mir

Assistant Professor, Department of Urdu University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffrabad

Email: muhammad.yousaf@ajku.edu.pk

2. Dr.Najma Zahoor

Lecturer(v), Department of Kashmir Study University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad

Email:Najmazahoor3@gmail.com

3. Dr.Ambreen Khawja

Assistant Professor, Department of Kashmir Study University of Azad Jammu and Kashmir, Muzaffarabad

Email: anbrinkhawja@gmail.com

Abstract:

In this research paper, the researcher takes an adventure to shed light on Ghazal through an analysis, comprehensively; keeping in view Zahid Kaleem's Ghazal. It is a living, dynamic of Urdu poetry. In Urdu poetry, Ghazal has the highest, most significant and richest capital. The main reason for the success and popularity of Ghazal is that it has been able to keep up with the emotions and feelings of the people of Urdu in every era. Zahid Kaleem's poetry depicts sorrow, grief, migration, fear, travel, sadness, death, despair, grievances, and instability of the world, self-talk, patriotism, modern conditions, oppressive views of the beloved, claims, and local, national and international references. References to Kashmir as well as landscapes, patriotism, remembrance of victory, literary attitudes after the partition of Kashmir, resistance elements, beauty and love, sincerity, truth, religion, loneliness, life, resistance, optimism , satire and humorous elements, modern sensibility, class consciousness, perception of social issues, perception of civic and social attitudes, political consciousness, ideal of world peace, reference to global attitudes and events, local culture, cultural elements and many other symbols and references. A variety of topics and intellectual and artistic trends appear to emerge. Two methods are used to determine the position and status, one is the thematic study of creation and the other is the technical study. Thematic studies look at whether the creator has incorporated new themes into his work, that is, thematic diversity. These are the basic things that are seen and tested in the thematic study.

Key words/ Terms: Ghazal, Thematic, Diversity, Trends, Patriotism, Consciousness, Perception.

فکری جہت بنیادی طور پر ادب میں تخلیق کار کی تخلیق میں اس سوچ، فکر، خیال اور اس پہلو کا نام ہے جس میں وہ فکری جہتیں اور موضوعات تلاش کرتے ہوئے برتا ہے۔ آیا تخلیق کار نے اس تخلیق میں کوئی نئی سوچ، خیال اور کوئی نیا پہلو برتا ہے۔ اس نے اپنی بات کیوں اور کس تناظر میں کہی ہے اور اس کے پیچھے اس کی کیا فکر کار فرما تھی۔ غزل، اردو شاعری کی ہر دل عزیز صنفِ سخن ہونے کے ناطے سب سے ثروت مند سرمایہ رکھتی ہے۔ غزل کی کام یابی اور پسندیدگی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر دور میں اہلِ اردو کے جذبات واحساسات کا ساتھ نبھانے میں کامیاب رہی ہے۔ اب غزل محبوب کی گفت گو تک محدود نہیں رہی بل کہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ دنیا جہان کے متنوع موضوعات بھی غزل میں سما گئے ہیں۔ اردو غزل کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ امیر خسرو، قلی قطب شاہ اور ولی دکنی کو ناقدین ادب اردو غزل کا نقش اول مانتے ہیں۔ اردو غزل کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل طویل روایت کے چار نمایاں اسباب (ہیئتی توارث، فارسی غزل کی فکری، جذباتی اور جمالیات تشکیل کے تاریخی اسباب، تصوف کی روایت کے حزنیہ عناصر اور اردو غزل اور اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر) سے گزر کر موجودہ بلندی پر پہنچی ہے۔ اردو غزل اپنے ابتدائی نقوش سے لے کر آج تک فکر و فن کے بہترین شاہکار تخلیق کر رہی ہے۔

کشمیر اپنے رنگ و بو، شعر و نغمہ، علم ادب اور حسن کی وجہ سے دنیائے ادب کے قدیم و جدید اور کلاسیکی و غیر کلاسیکی تذکروں میں شامل ہے۔ برعظیم کے ساتھ ساتھ اردو غزل کی خوش بو نے کشمیر کے گل زاروں میں بھی مہک پیدا کی۔ کشمیر کی پہلی شعری تصنیف میاں غلام محی الدین کی مثنوی "گلزار فقر" (۱۱۳۱ھ)(۱۷۱۷) کے ساتھ ہی اردو شاعری

کا باقاعدہ آغاز ہو جاتا ہے۔ غلام محی الدین کا تعلق آزاد کشمیر کے ضلع میر پور سے تھا۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے غلام محی الدین میر پوری کو ولی کا معاصر کہا ہے اور مثنوی "گلزارِ فقر" کو بعض لسانی خوبیوں کی بنا پر ولی پر ترجیح دی ہے۔ آزاد کشمیر کے شعرانے اردو غزل میں متنوع موضوعات پر لکھا ہے۔ آزاد کشمیر کی اردو غزل میں ایک بڑا اور مایہ ناز نام زاہد کلیم کا ہے۔ فرزندِ محمد خاں نشتر، شاگرد جوشؔ مایہ ناز شاعر زاہد کلیم کا تعلق آزاد کشمیر کے علمی و ادبی گھرانے سے تھا۔ اصل نام محمد الیاس خاں لیکن دنیا ادب میں زاہد کلیم کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ طبعیت کا میلان شعر وادب کی طرف ہوا تو انھوں نے از خود اپنا نام تبدیل کر کے زاہد کلیم رکھ دیا۔ ۲۶ جنوری ۱۹۵۴ء کو مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مظفر آباد سے ہی حاصل کی۔ میٹرک کی تعلیم گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول نمبر ا مظفر آباد سے حاصل کی۔ پرائیویٹ طور پر ایف۔ اے اور پھر ادیب فاضل کی اسناد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ زاہد کلیم کا کلام پڑھ کر قاری کا دماغ غالبؔ، جوشؔ اور اقبالؔ کی طرف چلا جاتا ہے۔ دوران انٹرویو زاہد کلیم نے بتایا:

"میں بچپن میں اقبال، میر انیس، غالب اور جوش کے کلام کو بڑے شوق سے پڑھتا تھا اور ان کا بہت سا کلام ازبر تھا، مجھے سب سے زیادہ جوش صاحب نے متاثر کیا اور انھی سے مجھے تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے وہی میرے پسندیدہ شاعر ہیں۔ میرے والد محمد خان نشتر، اقبال کے دل دادہ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا ماہر القادری کے پیروکار اور نہایت خوش لباس و خوش گو شاعر تھے۔ اسی سبب سے ہمارے ہاں پاک و ہند کے ممتاز شاعروں اور ادیبوں کا آنا جانا رہتا تھا۔ اس لیے اثر قبول کرنا فطری سی بات ہے۔ شعر و سخن کی طرف مجھے سب سے پہلے پھوپھی زاد بھائی نعیم اختر نے راغب کیا۔ جب دل و دماغ پر علم و فن کا سورج چمکا تو میری نگاہِ انتخاب شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی پر ٹھہر گئی۔ جوش ملیح آبادی کی مصاحبت نے میرے دل و دماغ کے تاریک گوشوں کو روشن کر دیا۔"[۱]

زاہد کلیم کو اللہ پاک نے ادبی صلاحیتوں اور ذوقِ سخن سے نوازا تھا۔ ان کے بچپن کے مشاغل، ادبی تقریبات اور اہل سخن کی محفلوں میں شرکت ان کے آئندہ امکانات کی نشاندہی کر رہے تھے۔ بچپن سے ہی طبعیت کا میلان شعر وادب کی طرف تھا۔ چوں کہ ان کے والد محمد خان نشتر ادبی ذوق رکھتے تھے، لازمی تھا کہ زاہد کلیم بھی ان کے اثر نفوذ سے بچ نہیں سکتے تھے۔ اسی ماحول میں جب انھوں نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا تو ان کا ذہن درسی جوہرات اردو سے گزر کر ادبی لحاظ سے اور زیادہ مستحکم ہو گیا۔ پھر جوش کی مصاحبت نے اور زیادہ پختگی بخشی۔ ۱۹۷۴ میں زاہد کلیم نے گورنمنٹ پریس سے اپنی باقاعدہ ملازمت کا آغاز کیا۔ پابندیِ وقت کی وجہ سے نبھا نہ سکا۔ اس کے بعد شعبہ آرمی ڈیفنس میں فوجیوں کو پڑھانے پر مامور ہو گئے۔ پابندی کے لحاظ سے یہ شعبہ اور بھی زیادہ تکلیف دہ تھا اس لیے اسے بھی چھوڑ کر ایک ماہنامہ "کشمیر ڈائجسٹ" کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ ۱۹۸۵ سے ۱۹۸۷ تک "کشمیر ڈائجسٹ" کے ساتھ وابستگی رہی۔ پھر کشمیر ڈائجسٹ کو چھوڑ کر ایک ہفت روزہ "شعور" جاری کیا اور یہ تقریباً ۲۰۰۴ تک جاری رہا۔ پھر نامساعد حالات اور حالات کی ستم ظریفی کی نظر ہو گیا۔ اس کے بعد ریڈیو کے لیے اسکرپٹ لکھنا شروع کیا پھر ریڈیو میں سالانہ کنٹریکٹ پر کام کرنا شروع کیا۔ کرونا کے بعد ریڈیو کو بھی خیر باد کہہ کر اسلام آباد کرایہ کے مکان میں اپنی بقیہ زندگی انتہائی مشکل حالات میں گزاری۔ میرا زاید کلیم سے دس سالوں کا تعلق تھا۔ میں نے موصوف کو ہمیشہ یہ کہتے سنا نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ۔ زاہد کلیم کے تخلیق سرمائے میں آتش کدہ، (۱۹۷۵)، "نغمہ تار حیات" (۱۹۸۰)، محراب فکر" (۲۰۰۶)، "روح انقلاب" (۲۰۰۸) کے علاوہ نقارہ، روح بوتراب، رنگ و آہنگ، میرے محبوب اکابر اور حیات جوش، دوست و احباب اور عزیز و اقارب کو لکھے گئے خطوط کے علاوہ جوش کے خطوط بھی ہیں۔ ایک وقت آیا کہ:

بس اب زاہد نے گھبرا کر غموں سے
کیا دنیا کی ہر شے سے کنارا[۲]

۲۸ ستمبر ۲۰۲۱ء یہ عظیم شاعر اور ادیب نے اپنی جان اللہ کے حضور پیش کی۔ اپرا ڈا مظفر آباد اپنے آبائی قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

زاہد کلیم نے تقریباً ۱۹۷۵ء کے لگ بھگ اپنی شاعری کا آغاز کیا۔ پہلی غزل کا انداز ملاحظہ ہو:

دل میں لگا کے آگ نظارہ نہ کیجیے
اس طرح ظلم ہم پہ خدارا نہ کیجیے
بستی میں اپنے دل کی بسا لیجیے ہمیں
غیروں کی طرح ہم سے کنارا نہ کیجیے[۳]

زاہد کلیم کو شروع ہی سے ایسا علمی و ادبی ماحول ملا جس میں شعر و ادب کے لیے فضا نہایت ساز گار تھی والد محترم محمد خان نشتر بھی صاحب دیوان شاعر تھے۔اس کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے شعرا جن میں بالخصوص جوش صاحب کا نام قابل ذکر ہے، جس کی وجہ سے زاہد کلیم کو علمی و ادبی ماحول میسر آیا۔۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۲ء تک زاہد کلیم جوشؔ سے استفادہ کرتے رہے۔ان کا زیادہ وقت جوشؔ کی رہائش گاہ اسلام آباد میں گزرتا تھا۔زاہد کلیم ایک ہمہ گیر ادیب ہیں۔انھوں نے تقریباً تمام اہم اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ان کی تخلیقات شاعری میں ہوں یا نثر میں کہیں بھی ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ ان کو فن پر مہارت حاصل نہیں۔انھوں نے اپنے افکار عالیات سے اردو ادب کو جو سرمایہ دیا وہ قابل تحسین ہے۔زاہد کلیم کی غزل کے فکری موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے۔اس تنوع میں وارادات حسن و عشق کے علاوہ عارفانہ،صوفیانہ و فلسفیانہ مضامین،رودادِ غم، فلسفۂ غم ،دردِ انسانیت،فلسفۂ حیات، ،تصورانقلاب اور کئی متفرق موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ معاشرتی، سماجی و سیاسی شعور کے ساتھ ساتھ زندگی کی بدلتی ہوئی صورت حال بھی نظر آتی ہے۔شاعر انقلاب حضرت شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی کے یہ خوب صورت الفاظ ملاحظ ہوں:

"میاں زاہد خدا خیر کرے تم نے جھوم کر مقتل میں قدم رکھا ہے، جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں سر قلم ہو جاتا ہے اور مقتول اپنے قاتل کو یوں مخاطب کرتا ہے:"منے درویش را کشتی بہ غمزد کرم کر دی، الٰہی زندی و باشی" صاحب زادے، ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ابھی تو سینکڑوں جان لیوا منزلیں طے کرنا ہیں تم کو۔ابھی تو بہت کچھ آگے بڑھنا ہے، بہت کچھ دیکھنا ہے، بہت کچھ سننا، بہت کچھ سوچنا اور بہت کچھ سمجھنا ہے کتاب تم کو ماضی و حال کے دیدہ وروں سے دوچار کرے گی۔کاکل تمہارے دوش ذہن پر بکھر کر تمہاری طبع کے لوہے کو پگھلا دے گی اور تم میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ، تم انفس و آفاق کو اپنے سینے میں رکھ لو گے۔"۴

خواجا غلام احمد پنڈت سابق سیکرٹری وزیر اعظم، آزاد کشمیر لکھتے ہیں:

"مجھے زاہد کلیم کی شاعری علامہ اقبال کے تتبع میں نظر آ رہی ہے۔جس کے ہر چند اشعار کے بعد ایک نیا موضوع کھلتا ہے اور ایک نیا زاویہ نگاہ پیدا ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا جداگانہ رنگ و آہنگ لیے ہوئے ہے جس میں کاکل و رخسار، ہجر و وصال اور ساغر و مینا کے روایتی انداز کا شائبہ تک نہیں، مگر آپ دیکھ سکتے ہیں کہ، اس کے بغیر بھی لطف کلام میں کوئی کمی نہیں آئی "۵

جوش ملیح آبادی کے کہے گئے یہ الفاظ سو فی صد درست ثابت ہوئے:

"زاہد کلیم ہنوز بچہ ہے، مگر خدا نظر بد سے بچائے، بہت آب دار شعر کہتا ہے۔جب اس پر اور اس کے فن پر جوانی آئے گی، اس وقت میں دنیا سے اٹھ چکا ہوں گا۔مگر ناقدانِ فن انگشت بہ دندان ہو کر رہ جائیں گے۔"۶

خواجا محمد شفیع صاحب دہلوی زاہد کلیم کی غزل کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"زیر نظر نو عمر شاعر کی روح سوز چیخ ہے۔ان کی غزل سخن کی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے۔روانی بھی ہے۔برجستگی بھی الفاظ کی نشست بھی ہے اور انداز حسن بھی، نیز اسی مسلسل غزل میں یہی نو عمر حالات زر پرستی سے پراگندہ خاطر ہو کر پھڑ پھڑاتا ہے ایسے شعر کو شعر کہنے کو جی چاہتا ہے اور ایسا کہنے والے کو ہم شاعر کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔"۷

اسی طرح رئیس امروہوی بھی زاہد کلیم کے فن کو داد دیتے ہیں:

"یہ بات اطمینان بخش ہے کہ، نو عمری کے باوجود زاہد کلیم کے کلام میں نو مشقی کے آثار نظر نہیں آتے۔انھوں نے بڑے موزوں مقام سے پرواز شروع کی ہے۔"۸

کرنل غلام سرور لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم کا شعری مجموعہ "نغمہ تار حیات" اردو غزل کی روایت میں ایک خوش گوار اضافہ ہے۔اس کلام میں روانی بھی ہے اور برجستگی بھی۔الفاظ کا دروبست بھی ہے اور انداز حسن بھی۔اس کے ساتھ شاعر کے حساس دل کی دھڑکنیں سنی جا سکتی ہیں اور سچی زندگی کی سچی قدروں سے اس کی گہری وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔"۹

زاہد کلیم کی غزل متنوع موضوعات کا مرکب ہے۔جس میں ایک اہم اور بنیادی موضوع واردات حسن و عشق ہے۔علامہ شبلی نے حسن و عشق کے بارے میں درست فرمایا ہے:

"عشق و محبت انسان کا خمیر ہے۔اس لیے جہاں انسان ہے،وہاں عشق ہے اور چونکہ کوئی قوم شاعروں سے خالی نہیں،اس لیے کوئی قوم عشقیہ شاعری سے بھی خالی نہیں ہو سکتی۔" [10]

کائنات شعلہِ عشق سے ہی روشن ہے۔یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے عشق کی ہی بدولت ابر ہیم آتشِ نمرود میں قدم رکھتا ہے اور فرہاد پہاڑ کاٹ کر نہر لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔زندگی اور موت کے تمام آداب مکتبِ عشق میں ہی مضمر ہیں۔زاہد کلیم کی غزل بھی اسی روایت سے وابستہ ہے جہاں عشق سے ہی کاروبارِ زندگی رواں دواں ہے۔وہ حسن و عشق کے معاملات کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ کہیں بھی ناپسندیدگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔زاہد کلیم کا تصورِ حسن و عشق جنسی اور جسمانی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔وہ اپنے خیالات پیش کرتے وقت اخلاقی اقدار اور تہذیبی روایات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔پاکیزگی جذبات وخیالات کی وجہ سے ان کے تصورِ حسن و عشق میں صحت مندی کی فضا قائم دائم رہتی ہے۔زاہد کلیم کے تصورِ حسن و عشق میں محبوب کی شخصیت اور کردار سامنے آتا ہے۔اس میں تمام خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں جو لطیف ترین جنس عورت میں ہونی چاہییں وہ حسن وشباب کا پیکر اور شرم وحیا کا مرقع ہے۔شوخی اور تیزی اس کا شیوہ نہیں ہے وہ حسین ہے مگر ہر جائی نہیں ہے۔زاہد کلیم نے محبوب کی خصوصیات کو بڑی چابک دستی کے ساتھ بیان کیا ہے۔گو ان کے ہاں حسرت اور حالی کی طرح کا انداز و ادا، ناز و نخرہ، عادات واطوار اور چال ڈھال کا وہ مکمل نظام نہیں ہے مگر پھر بھی محبوب کے حسن وشباب کی ایک تصویر ضرور سامنے آتی ہے۔ہونٹوں کا تبسم حسن و عشق کی ایک کڑی ہے۔ محبوب کو مکھڑا، جھمکتی ہوئی چاندی اور پھولوں کی مڑی کہنا عشق کے لیے عجیب بات نہیں۔ حسینوں کا ذکر اور وہ بھی ذکر جمیل کیا خوب ذکر ہے اس ذکر کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

زندگی کی سبیل کرتے ہیں
ان کا ذکر جمیل کرتے ہیں [11]

اٹھتی ہوئی مہ رو کی جنوں خیز جوانی
ہر گام پہ عشوں کی چھماچھم تھی روانی [12]

وہ تھے شاداں اگر ستانے میں
لطف آیا ہمیں منانے میں
ہے مزا چوٹ دل پہ کھانے میں
اشک چھلکے ہیں مسکرانے میں [13]

کرنل غلام سرور لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم کے نزدیک عشق کا مقام بہت بلند ہے۔ انسان کا دل اگر عشق سے خالی ہو تو اس کی زندگی اعلیٰ مقاصد سے عاری ہو جاتی ہے۔وہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں سے پنجہ آزما ہونا جانتے ہیں۔ تصورات کی دنیا سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔وہ حور و قصور اور فرشتہ و جبرائیل کی جلوہ آرائیاں اسی جہاں آب و گل میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں اور راستے کے پیچ و خم سے پوری طرح آگاہ ہیں۔موصوف روشن مستقبل کے نقیب ہیں۔وہ ایسی صدا کے منتظر ہیں جس کی گونج عرش معلےٰ سے جا ٹکرائے۔انہیں بلال؟ حبشی جیسے موذن کی تلاش ہے انہیں ایسا آسمان درکار ہے جس پر ابر کرم چھایا ہوا ہو۔ انہیں اس بات کا دکھ ہے کہ آج کے دور میں ظلم و ستم کی چلچلاتی دھوپ انسانیت کے قلب و نظر کو جھلس رہی ہے اور خزاں کے متوالے چمن کے حسن کو تہ و بالا کیے جا رہے ہیں۔وہ اپنے محبوب کو گلشن کا حال سنانا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس، باغ کی ہر کلی اور ہر پھول کے لبوں پر انہیں مہر خامشی پیوست دکھائی دیتی ہے۔ ستم کی بجلیاں، چمن کی بہاروں کو جھلس رہی ہیں۔اس گھپ اندھیرے کو دیکھ کر شاعر پکار اٹھتا ہے۔" [14]

زاہد کی غزل میں عشق کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ حسن و عشق کے تمام مضامین گو روایتی حیثیت کے حامل ہیں مگر انداز بیان اپنا اور دلکش ہے۔ جس طرح عام شعراء نے محبوب کے سراپا حسن کی تصویر کشی کی ہے زاہد نے بھی دل کھول کر طبع آزمائی کی ہے رازِ عشق افشا ہونے کا مضمون غزل کا خاص مضمون رہا ہے دوسرے شعراء کی طرح زاہد کلیم نے بھی اس مضمون کو بڑے سلیقے اور عمدہ انداز میں برتا ہے۔عاشق و محبوب کے وصل کے وعدے اور راز و نیاز کے قصے کا بیان ملاحظہ ہو زاہد کلیم کے ہاں زندگی کے ٹھوس حقائق سے پنجہ آزما ہونے کے ساتھ ساتھ محبوب کے حسن و جمال اور اس کی بھرپور طاقتوں کا اظہار موجود ہے۔زاہد کلیم کی غزل میں حسن و عشق کی ایک جدت پائی جاتی ہے۔وہ سمجھتے

ہیں کہ اگر انسان کا دل عشق سے خالی ہو تو اس کی زندگی اعلیٰ مقاصد سے عاری ہو جاتی ہے عشق کی بدلت ہی انسان اپنی منزل تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ان کے خیال کے مطابق عشق کے جوش و جذبے کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن نہیں ہے۔شاعر عشق پسند بھی ہے اور حسن پرست بھی۔ حسن و عشق کی یہی آویزش اردو غزل کا بنیادی موضوع ہے۔شاعر کے دل پر حسن و عشق کی گزرنے والی وارداتوں، جذبوں اور کیفیتوں کا بیان ہی غزل کو خوب صورتی بخشتا ہے۔ مثلاً:

تیرے چہرے پہ نچھاور ہے بنارس کی سحر
تیرے ہونٹوں پہ تصدق ہے عقیق یمنی
تیری زلفوں پہ ہیں قربان اودھ کی شامیں
تیری آنکھوں پہ نچھاور ہے غزال ختنی ۱۵

زاہد کلیم کی غزل میں محبوب کے جذبات کی ترجمانی بھی صاف دکھائی دیتی ہے۔ان عشقیہ جذبات واحساسات سے ہی زاہد کلیم کے کلام میں رنگینی ورعنائی پیدا ہوئی ہے۔ان کے شعر میں ان کے درد کی آواز کا شعلہ بھڑک رہا ہے۔ان کے ہاں عشقِ حقیقی بھی ہے اور عشقِ مجازی بھی لیکن عشقِ مجازی کے مضامین زیادہ پائے جاتے ہیں۔زاہد کلیم کی غزل میں حسن کی مختلف کفیات دکھائی دیتی ہیں۔ محبوب کی زلف اور لب ور خسار کے ساتھ ساتھ اس کی ادا، ناز و نخرے اور اندازِ گفتگو سب کا ہی تذکرہ ملتا ہے۔

وہ سنہری زلف لہراتی ہوا کے دوش پر
وہ نگار حسن کی اب نغمہ خوانی دیکھئے
سوئے منزل بڑھ رہی ہے کشتی امید اب
جان جاں کے گیسوں کی بادبانی دیکھئے ۱۶
عطا ہوا ہے جنہیں تیری بندگی کا شعور
وہ لوگ، گریہ سحری سے کیوں وضو نہ کریں ۱۷

"زاہد کلیم کی شاعری میں حسن و عشق کا موضوع بڑا اہم ہے۔ان کی حسن پرستی میں سرمستی کا رنگ نمایاں ہے۔وہ حسن و عشق کو ایک تجربے کے طور پر قبول کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جس سے ان کے جسم اور روح میں وارفتگی اور سرمستی کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ان کا تصور حسن و عشق صحت مندانہ انداز کا حامل ہے۔ان کا حسن جنسی اور نفسانی خواہشات کا حامل نہیں ہے بلکہ آفاقی تصورات کا حامل ہے۔زاہد کلیم حسن کے تصور سے دل کا سرور اور روح کی بالیدگی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

زاہد کلیم کی غزل کا ایک موضوع ان کے ہاں رومانیت بھی ہے۔زاہد کی غزل میں رومانیت کا موضوع منفی نہیں مثبت ہے اور حقیقت واصلیت کے قریب ہے۔ان کی غزل میں رومانیت کا پہلو ان کے جوش و جذبے کا عکاس ہے۔لب ولہجہ میں قوت، اعتماد، آہنگی اور نغمگی ان کی انفرادیت کا واضح ثبوت ہے۔میلان طبع میں رومانیت کے میلان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو ان اشعار میں:

انداز کہہ رہے ہیں، بدن ہے بلور کا
شوخی بتا رہی ہے تبسم ہے حور کا ۱۸

اس حوالے سے مخلص وجدانی لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم تلاش حسن سے زیادہ شدت جذبات کے پرستار نظر آتے ہیں۔ان کی رومانیت میں ماورائیت اور نسوانیت پرستی نہیں بلکہ انقلابی خیالات کی صورت نمایاں ہے۔وطن سے والہانہ عشق، حسرت نصیبی، موت کی تمنا، ماضی کا ذکر، شوکت پاستاں اور اداس لمحوں کے تذکرے زاہد کلیم کے کلام میں نمایاں ہیں۔زاہد کلیم مادی ضروریات سے زیادہ شبابیات کے خوگر ہیں۔ سرمستی اور خود فراموشی کے قائل نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری میں رومانیت کی آزادی اور اظہار کی بے تکلفی پائی جاتی ہے۔زاہد کلیم کے مزاج میں رومانیت کا عنصر موجود ہے جو حقیقت کو منقلب کرنے اور نئے افق کے تلاش کرنے پر فرد کو قائل کرتا ہے۔زاہد کی رومانیت ان معصوم حیرتوں سے عبارت ہے جو ان کے دل میں گردو پیش کو دیکھ کر پیدا ہوتی نظر آتی ہے۔چناچہ زاہد کی شباب کی سرکشی انانیت اور استغنا حقیقت میں ان کے رومانی مزاج کا حصہ ہے۔"۱۹

زاہد کی غزل میں وہ ماورائیت، مستی، بے خودی، خابناکی اور سپردگی نہیں جو پرواز تخیل کے رشتے کو زمین اور زمین والوں سے قطع کر دے بلکہ ان کی شاعری ایک جذبے کا نام ہے، خودی کی مستی ہے محویت نہیں ایسی خودی کی مستی ہے جو عام بے خودی سے الگ چیز ہے۔ان کی خودی میں مفاہمت کی صورت دکھائی دیتی ہے۔زاہد کلیم کے ہاں زندگی کے بلند مقاصد کی ترجمانی بھی ہے اور رومانی شعریت بھی زاہد کی غزل اداس نظر نہیں آتی فضا کو بھیانک نہیں بناتی بلکہ ایک لطف و کیف کا منظر جلوہ فزا ہوتا ہے۔

زاہد کلیم کی غزل کا ایک اور پہلو ان کے ایسے اشعار ایسے ہیں جو انسانی زندگی کے مسائل اور انسانی ارتقاء عظمت انسان اور کائنات کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔زاہد کی شاعری کا بنیادی سوال یہی ہے کہ ہم کون ہیں؟ کیا ہیں؟ کیوں ہیں؟ یہ ایسی سمتیں ہیں جن کے سراغ میں زندگی کی حقیقت تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔زاہد کی شاعری مقامِ انسانیت تک رسائی حاصل کرنے میں ممد و معاون ہو سکتی ہے۔"زاہد کلیم نے عظمت انسان اور حسن کائنات کو اس طرح سجایا ہے کہ انسان اور کائنات کی چمک دوبالا ہو گئی ہے۔ان کے پاس انسانی زندگی کے جسمانی نظام اور جذباتی نظام کی اہمیت کو سمجھنے کا گہرا شعور موجود ہے۔وہ انسانی زندگی اور انسانی رشتوں کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔انھوں نے انسانی حیات و کائنات کے اسرار و رموز کو اس طرح موضوع بنایا ہے کہ زندگی کا ہر گوشہ اپنی رنگا رنگی کے ساتھ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ذات باری تعالیٰ کا تصور اس کی ذات کا عرفان، انسان کا اس کے ساتھ رشتہ اور انسان کا اس ذات واحد سے قربت حاصل کا خیال ان سب پہلوؤں کی عکاسی زاہد کلیم کی شاعری میں نمایاں ہے۔مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ ہو

جس کا غبار راہ بنا ہوں میں اے ندیم

واقف نہیں ہنوز وہ میرے مقام سے ۲۰

عطا ہوا تھا جنہیں حق سے خلعت ادراک

مٹا رہی ہے انہیں آج گردش افلاک ۲۱

زاہد کلیم کی غزل میں فلسفیانہ اور عارفانہ خیالات کے حامل اشعار موجود ہیں۔صوفیا کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا وجود ہر سمت ہے اور یہ کائنات بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عکس ہے۔انسان ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتا۔لیکن اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اللہ کے وجود کی گوئی دے رہی ہیں۔خدا کا نور اس کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے۔اس کی ذات تک رسائی صرف اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے جب انسانی ہستی کو ضم کیا جائے اللہ کی ہستی میں۔زاہد کلیم نے بڑے فلسفیانہ اور مفکرانہ انداز میں تصوف کے مختلف پہلوؤں کی ترجمانی کی ہے۔اس حوالے سے راغب مراد آبادی لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم کی بصیرت، قوت مشاہدہ، علو فکر، عمق نظر اور قدرت و ندرت کلام کی آئینہ دار ہے۔زاہد کلیم نے نہ صرف کتاب حیات کے اوراق پر حکیمانہ نظر ڈالی ہے بلکہ حیات و کائنات کے نجانے کتنے مسائل کو زبان شعر میں اس خوبی و خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے کہ بے ساختہ زبان پر یہی آتا ہے کہ اللہ اس نوجوان شاعر کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور حاسدان تنگ دل کی ریشہ دوانیوں سے بچائے۔"۲۲

زاہد کلیم نے اپنی غزلیات میں داخلی واردات کے ساتھ ساتھ زندگی اور دینا کے فلسفہ کو بھی موضوع بنایا ہے۔جس سے ان کے عارفانہ خیالات نظر آتے ہیں۔مثال ملاحظہ ہو:

سمجھا نہیں اب تک کہ، یہ دنیا کیا ہے

ہر روز مرے سامنے ہوتا کیا ہے

اب آن میں مرجھاتی ہیں کھلتی کلیاں

آخر معبود، یہ تماشا کیا ہے ۲۳

نگاہ لطف و عطا سے نوازدیں گے تمہیں

نگاہ دل سے ذرا ان کا آستاں ڈھونڈ

کہنے لگے جھک کے جبیں سے وہ کا کلیں

زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں ۲۴

اس حوالے سے کرنل غلام سرور مزید لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

"زاہد کلیم نے زندگی کے مختلف حقائق پر حکیمانہ نظر ڈالی ہے اور حیات و کائنات کے پیچیدہ مسائل کو شعری پیرائے میں پیش کیا ہے۔"۲۵

زاہد کلیم کی شاعری میں حیات و کائنات کے بارے میں جاننے کی تمنا موجود ہے۔انھوں نے کائنات کے راز کھولنے کی کوشش کی ہے زندگی اور اس کے مظاہر کا تجربہ و مشاہدہ بھی کیا ہے۔ موت کی حقیقت کو معلوم کرنے کی بھی سعی کی ہے۔انسان کو انسانی عظمت کا احساس دکھاتے ہوئے دلی سکون حاصل کرنے کے ذرائع بھی بتائے ہیں۔زندگی کے لمحات کے تغیر کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔حیات مستعار کی کم مائیگی کا احساس دلا کر خواب و خیال سے تعبیر کیا ہے۔یہ بھی بتایا ہے کہ انسانی زندگی برق و شرار کی مانند گزر جاتی ہے اور انسان اس دنیا میں بے بسی اور بے چارگی کی وجہ سے غم کا شکار ہو جاتا ہے۔یہ مختلف تصورات زاہد کلیم کی شاعری یں ملتے ہیں۔ مثلاًوہ فلسفۂ جبر کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

کس نے دیا ہے گلشن ہستی میں ہم نشیں
افسانہ ہائے درد کو، عنوان زندگی ۲۶

زاہد کلیم کی شاعری انقلابی خیالات کی حامل ہے۔ مسلم امہ کی ناگفتہ حالت دیکھ کر وہ کڑھتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان حالات کی درستی کا درس بھی تجویز کرتے ہیں۔ان کے یہاں زندگی کے پر امید اور درخشاں انجام کے تصورات پائے جاتے ہیں۔ جن سے ان کی ذہن کی آزادی، نظریے کی توانائی، صحت مندی اور طبعیت کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔وہ خوب سے خوب تر کی امید رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان کو عالی ہمت اور بلند حوصلہ مند ہونا چاہیے۔زاہد کلیم کے انقلابی تصورات ان کی شاعری کے آئینے میں ملاحظہ ہوں:

چوٹ دل پر پے بہ پے لگتی ہے اے زاہد کلیم
پھر بھی تیرا حوصلہ ہے مسکرا لیتا ہے تو ۲۷
کچھ بھی نہیں ہیں منزل جاناں کے فاصلے
مشکل پڑے تو حوصلہ ہارا نہ کیجیے ۲۸
عزم و ثبات کا مرے ٹوٹا نہ حوصلہ
وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ، اب ہار جائے گا ۲۹

کرنل غلام سرور اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم کی شاعری کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر نے ایک حساس دل پایا ہے۔وہ من کی آگ میں جل کر کتاب حیات کے اوراق پلٹے ہیں ا نہیں اپنے دل کی وسعتوں پر مکمل بھروسہ ہے۔ ان وسعتوں کے تناظر میں انہیں سمندر کی اتھاہ گہرائیاں بھی ہیچ نظر آتی ہیں۔ وہ خود اعتمادی کی دولت سے بہرہ ور ہیں اور اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی مسموم فضا سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔انہیں یقین ہے کہ ان کا کلام زہر ہلاہل کے اثر کو زائل کرنے کے لیے تریاق کا کام دے سکتا ہے۔ یہ منافقانہ روش کو قریب پھٹکنے نہیں دیتے۔ رات کے گپ اندھیرے کو سحر کا نام دینا انہیں گوارا نہیں۔"۳۰

یہ بات انسان کی عظمت کے خلاف ہے کہ وہ جھک جائے،انسانی زندگی میں اتار چڑھا؟ آتے رہتے ہیں۔رونے دھونے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ بگڑے ہوئے مصائب کو خود سنوارنا چاہیے۔ناکامیوں کا مردانہ مقابلہ کرتے ہوئے اگے بڑھنا چاہیے۔زاہد کلیم کی شاعری کی یہ خاصیت ہے کہ وہ قاری کو مایوس نہیں کرتی بلکہ، زندگی اک بار بھر مسکرائے گی، پر یقین رکھتی ہے۔ مثلاًشاعر کہتا ہے:

لہریں رکی ہوئی ہیں تمنا کے بحر کی
دل چاہتا ہے پھر کوئی طوفان زندگی ۳۱
نہ راحت پائی اک لحظہ بھی میں نے

نہ برسوں تک میں ہمت اپنی ہارا۳۱ؔ

زاہد کلیم کے تصور انقلاب کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم دل کا کم، اور دماغ کا شاعر زیادہ ہے۔ اس کا کلام پڑھ کر آنکھ نم نہیں ہوتی مگر دماغ متحرک ضرور ہو جاتا ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو زاہد کلیم کو غالب، اقبال اور جوش کا پیرو ثابت کرتی ہے۔ وہ مکروہات زیست پر نالاں اور نامئہ ائمات روز گار کا شاکی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے دنیا کا ہر انقلابی شاعر شاکی رہا ہے۔ زاہد کلیم شکایت پر ہی اکتفا نہیں کرتا ماحول کی تبدیلی اور اچھی قدروں کے استحکام کی راہیں بھی دکھاتا ہے۔ وہ ایک نعرہ لگانا چاہتا ہے۔ نعرہ مستانہ، نعرہ انقلاب، تعمیر جہاں کا نعرہ۔"۳۳ؔ

زاہد کلیم کی غزل ولولے اور جوش کا آئینہ دار ہے۔ شوق میں بے باکی اور جرأت کا مظہر ہے۔ رعنائی، رنگینی اور صاف گوئی کا اظہار ہے۔

زاہد کلیم کی غزل کی فکری جہتوں میں ایک جہت ان کا غم بھی ہے۔ زندگی کے مختلف پہلوان کی ذہنی ارتقا کے عکاس ہیں۔ ان کی زندگی اور آرٹ پر ان کی افتادِ طبع غالب نظر آتی ہے۔ زاہد کلیم اپنے غم کے باعث زندگی کو ایک نئے انداز اور نئے زاویے سے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے غم کو فراموش کرنے کے لیے جنسیات کی طرف راغب نہیں ہوتے اور نہ ہی مطمع نظر سمجھتے ہیں۔ وہ غم جاناں، غم عشق، غم دنیا اور غم ماحول کو لذت کوشی کے لیے استعمال نہیں کرتے ڈاکٹر صابر آفاقی نے درست فرمایا ہے، زاہد کلیم کا غم، غم جاناں کی بجائے غم جہاں بن گیا ہے۔ زاہد کلیم غم کو ایک حقیقت خیال کرتے ہیں اور یہی خیال ان کی غزلوں سے نظر آتا ہے۔ ان کی غزلیات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زاہد کلیم جلوت سے زیادہ خلوت کے شاعر دکھائی دیتے ہیں۔ خارجیت کے ساتھ ساتھ داخلیت ان کے کلام کی نمایاں وصف ہے۔ ان کی شاعری میں ذاتی حالات، ذاتی غموں اور دکھوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کا ذاتی غم نمایاں ہو کر آفاقی دردو غم بن گیا ہے غم غزل کا بنیادی مضمون رہا ہے اور صنفِ غزل میں غم کو بنیادی اہمیت رہی ہے۔ زاہد کی غزلوں میں غم کی نوعیت، تنہائی اور یادوں کے لحاظ سے بھی اہم ہے۔ شاعر کو ماضی کی ے ادولاتی ہے۔ بطور، نمونہ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

افسردگی ہی ازل سے مرے نصیب میں ہے
مرے غموں کا نہیں ہے کسی کے پاس علاج
غم حیات کے قلزم میں ڈوب جاتا ہوں
غم جہاں سے پاتا ہوں گر ذرا سا فراغ۳۴ؔ

زاہد کلیم کی غزلوں میں ان کی ذات کا عکس نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ زاہد کی غزل ان کی اپنی زندگی کی کہانی معلوم ہوتی ہے اور یہ کہانی حسن وعشق، عاشق و محبوب اور کہیں دوسرے پہلوؤں میں ڈھل کر بیان ہوئی ہے۔ زاہد کلیم کے ہاں نئی اور پرانی علامتوں کے استعمال کے باوجود ان کی غزل کے حسن اور دل کشی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ زاہد نے ایک مخصوص انداز میں ان علامتوں کو استعمال کر کے ایک نئی تازگی، دلکشی اور معنویت استعمال کی ہے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

جہان قلب و نظر میں چلی وہ غم کی سموم
کہ، گر رہا ہے مرے فرق سے حیات کا تاج۳۵ؔ

زاہد کلیم کا تصور غم افسردگی اور مایوسی پیدا نہیں کرتا بلکہ ایسا غم ہے جس کی اپنی ایک لذت ہے ان کے غم میں میٹھاس ہے غم کے باوجود مسکرا لینا ہی حوصلہ مندی کی دلیل ہے زاہد کو جو دیار ناز سے غم ملتا ہے وہ اس غم کی تلخی بھی گوارا کر لیتے ہیں اور لذت محسوس کرتے ہیں زاہد اپنے چارہ گو کو بھی چارہ گوئی سے روکتے ہیں وہ اس غم کی لذت سے محظوظ ہونا چاہتے ہیں۔ مثلاً:

دیار ناز سے پایا ہے جو غم
مجھے اس غم کی تلخی ہے گوارا
نہ کرنا، اب نہ کرنا فکر درماں
نہ کرنا، اب نہ کرنا کوئی چارا۳۶ؔ

ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم کے غم میں سارے جہاں کا غم شامل ہے۔انہوں نے ساری دنیا کے غم کو محسوس کیا اور پھر غم کو اردو شاعری کے روایتی اشاروں کی وساطت سے بیان کر کے اپنے آپ کو بھی تسکین دی اور دوسروں کے لیے بھی تسکین کا سامان مہیا کیا۔اس طرح سارے معاشرے،ساری دنیا اور ساری تہذیب کا المیہ ان کی شاعری میں در آیا ہے۔زاہد کا غم روایتی چیز نہیں ہے بلکہ صداقت اور حقیقت کا اظہار ہے۔غم جاناں غم دوراں اور غم جہاں ایک دوسرے کی ترجمانی کرتے ہیں۔"۳۷

زاہد کلیم کا تصور غم ہمیں مایوس نہیں کرتا بلکہ اس غم میں ایک لذت،لطف اور میٹھی میٹھی نیند ہے۔جس طرح ہلکی ہلکی آنچ پہ ہنڈیہ رکھی ہو اور اس سے دھواں نکل رہا ہو اور دل ودماغ میں ایک سرور وکیف کی کیفیت ہو۔ان اشعار میں غموں کی آنچ ملاحظہ ہو:

دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں
غزلت شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں۳۸

شاعر عام لوگوں کی نسبت معاشرہ کے زیادہ احساس لوگ ہوتے ہیں،معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہوتا ہو وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔پھر وہ تمام معاشرتی ناہمواریاں وہ اپنی شاعری میں سمودیتے ہیں۔زاہد کلیم کے کلام میں ایسی معاشرتی ناہمواریوں کی کئی مثالیں دکھائی دیتی ہیں۔ملاحظہ ہوں یہ اشعار:

پھول کو نکہت عطا کی،باغ کو باد نسیم
ہم نے مانگیں راحتیں ہم کو ملا سوز جحیم
آج بھی مظلوم کی آہ وفغاں سے اے خدا
گونجتے ہیں قصر آفاقی ہو،یا عرش عظیم؟۳۹

زاہد کلیم کی غزل گوئی میں معاشرتی ناہمواری،معاشی بدحالی اور سیاسی ابتری کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ ایک قابل رشک معاشرتی نظام کے لیے احساس ذمہ داری،قربانی،باضمیری،عدل وانصاف،مہرو محبت اور صدق و صفا بنیادی شرط ہے۔لیکن اب معاشرتی صورت حال یہ ہے کہ غیبت ،جھوٹ،باضمیری،نفرت،ریاکاری،تکبر،حسد اور ہوس وحرص کا دور دورہ ہے۔ایسے حالات میں زندگی عزت اور شرافت سے کیسے گزر سکتی ہے؟اس دور میں افراد کی اخلاقی حالت جس پستی تک جا پہنچی ہے زاہد اس پستی پر آنسو بہانے کے ساتھ ساتھ حل بھی تجویز کرتے دکھائی دیتے ہیں۔زاہد کلیم نے اپنی غزل گوئی میں انسانی پستی کی وجوہات کو بھی بیان کیا ہے کہ لوگوں کے محاسن اخلاق کو زنگ لگ چکا ہے۔بغض،حسد،بدخوئی،جھوٹ،دغا،فریب،ریاکاری،عداوت،نفس پرستی،حقارت،مکر اور نفرت کے سفلی جذبات انسانی دل میں رچ بس گئے ہیں۔ہر شخص غیر یقینی کی صورت حال میں ہے اور افسردہ وحیرانگی کی مثال بنا ہوا ہے مثلاً:

پھر کسی بچھڑے ہوئے ساتھی کو دیکھا راہ میں
پھر چراغ آرزوئے دل،فروزاں ہو گیا۴۰

اس حوالے سے پروفیسر وقار ملک لکھتے ہیں:

"زاہد کلیم کی شاعری ایک علامتی سچائی ہے،جو ہمارے معاشرے کی صحیح عکاس ہے۔"۴۱

کوئی بھی فن کار معاصر حالات سے بے خبر نہیں رہ سکتا چاہے اس کا تعلق فن کے کسی بھی شعبہ سے کیوں نہ ہو۔یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے ماحول سے آنکھیں بند کرلے۔جو کچھ معاشرے میں ہو رہا ہے فنکار اسے اپنے فن میں پیش کرتا ہے۔زاہد کلیم کی شاعری عصری رجانات کی عکاسی ہے۔انھوں نے اپنی شاعری میں اپنے زمانے،اپنے آس پاس اور گردوپیش کی تصویر کھینچی ہے۔وہ اپنے زمانے کے حالات وواقعات اور اجتماعی معاملات ومسائل پر خاموش تماشائی نہیں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلیات میں کہیں کہیں اس زمانے کے انفرادی واجتماعی معاملات ومسائل کی ترجمانی ہے اور یہ ترجمانی کہیں تو بالکل واضح ہے اور کہیں اشاروں کنایوں میں نمایاں ہے۔مخلص وجدانی اس حوالے سے یوں تحریر کرتے ہیں:

"زاہد کے سامنے ماضی کے ساتھ ساتھ عصری حالات و مسائل کی ایک مکمل تصویر موجود ہے جو ان کی غزل سے ظاہر ہے۔ زمانے کا غم، انقلاب کی خواہش، اپنی عظمت واقدار کے مٹنے کا احساس اور ملال، کچھ کر گزرنے کی خواہش اور اخوت ان کی غزلیات کے فکری موضوعات میں شامل ہیں۔"۴۲

تمام تر صورت حال پر زاہد کلیم یوں نوحہ کناں ہے: ان اشعار سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زاہد کلیم نے معاصر حقائق کو کس طرح اپنے اندر سمٹا کر سماجی اور معاشرتی حقائق کو قاری کے سامنے لے کر نمودار ہوتے ہیں۔

ذہن وذکا پہ شام بلا کی ہے تیرگی
پیشِ نظر نہیں کسی چہرے کی چاندنی
آندھی چلی ہے امن کی وادی میں تند و تیز
لتھڑے ہوئے ہیں خون میں جوانانِ عطر بیز
ہر اک گلی کے موڑ پہ لاشے ہیں بے کفن
یہ گولیوں کی گونج، یہ تڑپتے ہوئے بدن ۴۳

زاہد کلیم اردو زبان اور اردو شاعری پر کامل عبور رکھتے تھے۔ ان کی غزل میں زبان کی سلاست، بندش کی چستی اور خیال آفرینی نمایاں ہے۔ زاہد کلیم کا غزلیہ کلام مختصر ہونے کے باوجود معاصرین کی تحسین اور داد کا مستحق ٹھہرا ہے۔ ان کی غزل میں ابہام نہیں ہے بلکہ واردات قلب و نظر کی شاعری ہے۔ اندازِ بیان میں شگفتگی اور اسلوب فکر میں دلآویزی ہے۔ انسانی جذبات و حوال ہیں آفاقیت ہے، زیادہ سے زیادہ دلوں کے جذبات کی کہانی ہے۔ زاہد کی غزل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غزل میں انسانی جذبات و احوال اور محبت کے موضوعات نمایاں ہیں۔ زاہد کلیم نے اپنی غزل کے فکری تقاضوں اور لوازمات کا خیال رکھا ہے۔ زاہد کی غزل سے ذہن، ذوق اور زبان سبھی سیراب ہو جاتے ہیں۔ زاہد کلیم کی غزل گوئی کسی ایک رنگ کے تابع نہیں ہے بلکہ کئی شعراء کے جستہ جستہ اثرات نمایاں ہیں۔ بالخصوص جوش ملیح آبادی، اقبال اور حالی کی غزلیات کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ زاہد کی غزلیات ان کی روشن خیالی کا عکس ہیں۔ ان کی غزلیات میں زندگی کے نشیب و فراز کو دیکھا جا سکتا ہے اور طویل مشقِ سخن کا فن نظر آتا ہے۔ زاہد کلیم نے غزل کے لیے جن موضوعات کا انتخاب کیا ان میں صوفیانہ مضامین، فلسفیانہ موضوعات، رودادِ غم، حسن و عشق کی کیفیت، دردِ انسانیت، فلسفۂ غم، فلسفۂ حیات، عارفانہ خیالات، انقلاب کا تصور، سماجی و معاشرتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ کئی متفرق پہلوؤں کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے، جس کی وجہ سے ان کی بالغ نظری اور وسعت قلب کا پیمانہ بھی سامنے آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعر کے حساس دل کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں اور سچی زندگی کی سچی قدروں سے گہری وابستگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی غزل گوئی میں گل و بلبل کے افسانے، محبوب و عاشق کا باہمی تعلق، حقیقی و مجازی عشق، تصوف کے خیالات، جبر و اختیار، حسنِ انسانی، تصورِ انسانیت اور تصورِ زندگی کے ساتھ ساتھ متنوع مضامین پائے جاتے ہیں۔ زاہد کلیم حب وطن ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی دوستی کے بھی قائل ہیں۔ ان کی شاعری آفاقی سوچ کی عکاس ہے۔ ان کے افکار میں حسن عشق کی کیفیات، درد و غم کے قصے، معاشرتی ناہمواریاں، عصری رجحانات، رومانیت، طبقاتی درجہ بندی، معاشرتی عارضے، لسانی و گروہی اختلافات و تعصبات، نسلی گروہ بندی، سیاسی دھڑے بندی اور نفسا نفسی جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔ آفات غم، محبت کی خلش، واردات عشق اور محبوب کی چشم فسوں سازی کو اس پرکاری اور سادگی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کے فن کی داد دینی پڑتی ہے۔ ان کے فکری سفر میں آفاقی سطح پر انسانی محبت کا برملا اظہار ہے۔

حوالہ جات

۱۔ زاہد کلیم انٹرویو، راقم الحروف، مظفر آباد، بہ مقام ریڈیو اسٹیشن، ۱۵۔ نومبر ۲۰۱۴
۲۔ زاہد کلیم، آتش کدہ، نیلم پبلی کیشنز مظفر آباد، ۱۹۷۵ء ص:۳۲
۳۔ زاہد کلیم، آتش کدہ، نیلم پبلی کیشنز مظفر آباد، ۱۹۷۵ء ص:۲۱
۴۔ جوش ملیح آبادی، فلیپ، مشمولہ، آتش کدہ، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز مظفر آباد، ۱۹۷۵ء ص:۲۲
۵۔ خواجہ غلام احمد پنڈت، فلیپ، مشمولہ، آتش کدہ، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز مظفر آباد، ۱۹۷۵ء ص:۱۱
۶۔ جوش ملیح آبادی، اِفتتاحیہ، مشمولہ، نغمہ تار حیات، از زاہد کلیم، انٹرنیشنل پریس کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۹
۷۔ خواجا محمد شفیع دہلوی، مقدمہ،، مشمولہ، نغمہ تار حیات، از زاہد کلیم، انٹرنیشنل پریس کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۵

۸۔ رئیس امروہوی، فلیپ، مشمولہ، نغمہ تارحیات، از زاہد کلیم، انٹرنیشنل پریس کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۶

۹۔ کرنل غلام سرور، فلیپ، مشمولہ، محراب فکر، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز مظفر آباد ۲۰۰۶ء ص:۲

۱۰۔ شبلی نعمانی، مولانا۔ "شعراء عجم (حصہ پنجم)"۔ اعظم گڑھ: معارف پریس، سن ندارد۔ ص:۴۳

۱۱۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس کراچی ۱۹۸۰ء ص:۲۹

۱۲۔ ایضاً_________ ص:۳۴

۱۳۔ ایضاً_________ ص:۳۴

۱۴۔ کرنل غلام سرور، فلیپ، مشمولہ، محراب فکر، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ۲۰۰۶ء ص:۲۰

۱۵۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۳۵

۱۶۔ ایضاً_________ ص:۳۴

۱۷۔ ایضاً_________ ص:۴۵

۱۸۔ ایضاً_________ ص:۵۶

۱۹۔ مخلص وجدانی، فلیپ، مشمولہ، نغمہ تارحیات از زاہد کلیم انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۷

۲۰۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۹۳

۲۱۔ ایضاً_________ ص:۲۳

۲۲۔ راغب مراد آبادی، فلیپ، مشمولہ، نغمہ تارحیات از زاہد کلیم انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۷

۲۳۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۱۴۰

۲۴۔ ایضاً_________ ص:۱۷

۲۵۔ کرنل غلام سرور، فلیپ، مشمولہ، محراب فکر، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ۲۰۰۶ء ص:۴

۲۶۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۱۷

۲۷۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۲۸۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۲۹۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۳۰۔ کرنل غلام سرور، فلیپ، مشمولہ، محراب فکر، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ۲۰۰۶ء ص:۴

۳۱۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۱۷

۳۲۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۳۳۔ صابر آفاقی، ڈاکٹر، فکر و اندیشہ کا شاعر، مشمولہ، محراب فکر، زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ۲۰۰۶ء ص:۴

۳۴۔ زاہد کلیم، محراب فکر، نیلم پبلی کیشنز مظفر آباد ۲۰۰۶ء ص:۲

۳۵۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۳۶۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۳۷۔ صابر آفاقی، ڈاکٹر، فکر و اندیشہ کا شاعر، مشمولہ، محراب فکر، زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ۲۰۰۶ء ص:۸

۳۸۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۱۷

۳۹۔ ایضاً_________ ص:۹۱

۴۰۔ ایضاً_________ ص:۷۵

۴۱۔ وقار ملک، پروفیسر، فلیپ، مشمولہ، آتش کدہ، از زاہد کلیم، نیلم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ۱۹۷۵ء ص:۹

۴۲۔ مخلص وجدانی، فلیپ، مشمولہ، نغمہ تارحیات از زاہد کلیم انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۲۱

۴۳۔ زاہد کلیم، نغمہ تارحیات، انٹرنیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۰ء ص:۱۷